مختصر اصولِ فقہ

جمع وترتیب

مجلسِ علمی

مرکز اھل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

زیرِ نگرانی

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

زیرِ انتظام

eMarkaz

markaz.edu.pk

فہرست

اعمال کی اقسام: ------------------------------4
فقہ کی تعریف: ------------------------------ 5
شریعت کے احکام: ------------------------------ 5
1:فرض ------------------------------ 5
فرض عین:------------------------------ 5
فرض کفایہ: ------------------------------ 6
2:واجب------------------------------ 6
3:سنت ------------------------------ 6
سنت مؤکدہ:------------------------------ 6
سنت غیر مؤکدہ:------------------------------ 6
4:مستحب ------------------------------ 7
5:حرام ------------------------------ 7
6:مکروہ تحریمی------------------------------ 7
7:مکروہ تنزیہی ------------------------------ 7
8:مباح ------------------------------ 7

شرعی دلائل -------------------------- 8

1-کتاب اللہ-------------------------- 8

2-سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ---------------- 9

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ----------------- 9

حدیث اور سنت میں فرق: ------------------- 12

کسی عمل کے سنت بننے کی شرائط:----------------- 12

3-اجماعِ امت -------------------------- 16

اجماع کا ثبوت:-------------------------- 17

اقسامِ اجماع:--------------------------- 18

4-قیاسِ شرعی-------------------------- 20

1-اصل: -------------------------- 20

2-فرع:--------------------------- 20

3-حکم: -------------------------- 20

4-علت: -------------------------- 20

قیاس کا ثبوت: ------------------------- 21

مشقی سوالات-------------------------- 24

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعمال کی اقسام:

اعمال کی دو قسمیں ہیں:

1: ظاہری اعمال 2: باطنی اعمال

ظاہری اعمال سے مراد وہ کام ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہری اعضاء سے ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ یہ اعمال جس فن میں بیان کیے جاتے ہیں اسے فقہ کہتے ہیں اور ان اعمال کو مسائل کا نام دیا جاتا ہے۔

باطنی اعمال سے مراد وہ کام ہیں جن کا تعلق انسان کے دل کے ساتھ ہے مثلاً صبر وشکر، عفوو حلم، سخاوت وشجاعت اور حیاء وغیرہ۔ باطنی اعمال جس فن میں بیان کیے جاتے ہیں اسے تصوف اور طریقت کہتے ہیں اور ان اعمال کو اخلاق کا نام دیا جاتا ہے۔

ارباب علم ودانش پر یہ بات مخفی نہیں کہ علم فقہ درحقیقت فہم قرآن و حدیث کا نام ہے، کوئی الگ چیز نہیں بلکہ قرآن وحدیث ہی کا ثمرہ ہے۔ جیسے مکھن اور گھی دودھ ہی سے بنتے ہیں، دودھ ان کے لیے اصل اور بنیاد کی حیثت رکھتا ہے، ایسے ہی فقہ کا ماخذ اور بنیاد قرآن وحدیث ہیں۔ مسائل دو طرح کے ہیں، کچھ مسائل قرآن و سنت میں واضح طور پر موجود ہیں اور کچھ مسائل واضح نہیں ہیں بلکہ قرآن و سنت کی تہہ میں پوشیدہ ہیں، ان پوشیدہ مسائل کو جن اصول وضوابط کی روشنی میں برآمد کیا جاتا ہے انہیں اصول فقہ کہا جاتا ہے۔ گویا اصولِ فقہ سے مراد وہ قواعد وضوابط ہیں جن کے ذریعے سے ان پوشیدہ مسائل کو واضح مسائل کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے۔

فقہ کی تعریف:

دین کے فروعی مسائل کو شرعی دلائل سے جاننے کا نام فقہ ہے۔

شرعی دلائل چار ہیں:

1: کتاب اللہ　　2: سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

3: اجماعِ امت　　4: قیاسِ شرعی

ان چاروں دلائل سے شرعی احکامات کو ثابت کیا جاتا ہے لیکن ان چاروں دلائل سے مسائل کو ثابت کرنا فقہاء کا کام ہے، عام آدمی کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ہدایت کے لیے تین چیزیں بنائی ہیں:

1: قرآنِ کریم　　2: سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

3: ہدایت یافتہ اشخاص

شریعت کے احکام:

1: فرض

ایسا حکم جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، بلا عذر چھوڑنے والا گناہ گار ہو اور اس کا منکر کافر ہو۔ مثلاً پانچ وقت کی نمازیں۔ فرض کی دو قسمیں ہیں:

1: فرض عین　　2: فرض کفایہ

فرض عین:

ایسا حکم جو ہر مسلمان پر فرض ہو اور ہر مسلمان پر اس کو ادا کرنا ضروری ہو۔ مثلاً پانچوں نمازیں، رمضان کے روزے وغیرہ۔

فرض کفایہ:

ایسا حکم جس کو صرف چند افراد ہی ادا کر لیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔ مثلاً نماز جنازہ

2: واجب

ایسا حکم جو دلیل ظنی سے ثابت ہو، بلا عذر چھوڑنے والا گناہ گار ہو اور اس کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ ہو گا۔ مثلاً: نماز وتر۔

3: سنت

ایسا فعل جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا معمول بنایا ہو۔

سنت کی دو قسمیں ہیں:

1: سنت مؤکدہ 2: سنت غیر مؤکدہ

سنت مؤکدہ:

ایسا فعل جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر نہ چھوڑا ہو۔ اس کو بلا عذر جان بوجھ کر چھوڑنے والا ملامت کا مستحق اور گناہ گار ہو گا۔ مثلاً فجر اور ظہر کی سنتیں۔

سنت غیر مؤکدہ:

وہ فعل جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اکثر کیا ہو اور کبھی کبھی بلا عذر چھوڑا ہو، مثلاً عصر اور عشاء کی پہلی چار سنتیں۔

4: مستحب

وہ عمل ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑ دیا ہو۔ اس کو کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔ مثلا نوافل وغیرہ۔

5: حرام

وہ فعل ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اس کو بلا عذر کرنے والا گناہ گار ہو گا اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہو گا۔ مثلاً شراب پینا، جھوٹ بولنا وغیرہ۔

6: مکروہ تحریمی

وہ فعل ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو، اس کا کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے اور اس کو حلال جاننے والا کافر نہیں بلکہ گمراہ ہوتا ہے۔ مثلاً امام سے پہلے سجدہ یا رکوع کرنا۔

7: مکروہ تنزیہی

وہ فعل ہے جس کا کرنا شریعت میں اچھا نہ سمجھا جائے اور اس کا ترک یعنی نہ کرنا بہتر سمجھا جائے۔ مثلاً نماز کی پہلی رکعت ثناء کے بجائے سورت فاتحہ سے شروع کرنا۔

8: مباح

وہ فعل ہے جس کے کرنے سے نہ ہی گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی ثواب مثلاً کھانا، پینا، سونا وغیرہ۔

شرعی دلائل

شرعی دلائل چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اور قیاس۔ ان کی پوری تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے، وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ شرعی دلائل کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

1- کتاب اللہ

ایسی کتاب جو عربی زبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطے سے نازل ہوئی، جو سورۃ الفاتحہ سے شروع ہو کر سورۃ الناس پر ختم ہوتی ہے، اور ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچی ہے۔ مطلب اس قرآن پاک کو نقل کرنے والے ہر دور میں اس قدر کثیر تعداد میں آتے رہے ہیں کہ ان تمام کی طرف کذب اور غلط بیانی کی نسبت کرنا محال ہے۔

فائدہ:

قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، جب کہ حدیث پاک کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

فائدہ:

قرآن کریم کے بارے میں یہ ذہن رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں، یا لانے والے حضرت جبریل نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر نازل نہیں ہوئی، یا اس کے کسی پارہ، کسی سورت، کسی لفظ، کسی حرف، حتّٰی کہ کسی حرکت کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا واضح کفر ہے۔

2- سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ (ت1336ھ) فرماتے ہیں:

السُّنَّةُ فَهِيَ الطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِي الدِّيْنِ سَوَاءٌ سَلَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوِالصَّحَابَةُ.

النامی بشرح الحسامی:51

ترجمہ:

سنت دین میں جاری طریقہ کو کہتے ہیں خواہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا ہو یا آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک، قول مبارک اور تقریر مبارک کو حدیث کہتے ہیں۔ قول سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فرامین ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ.

جامع الترمذی: رقم الحدیث2318، 2317

ترجمہ:

آدمی کے اسلام کی خوب صورتی میں سے ایک اس کا فضول چیزوں کا چھوڑ دینا ہے۔

فعل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کے معمولات ہیں۔

جیسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اكْتَحِلُوا بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ

الشَّعْرَ. وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلاَثَةً فِي هَذِهِ وَثَلاَثَةً فِي هَذِهِ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1757

ترجمہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو۔ اس لیے کہ یہ آنکھوں کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے ہر رات دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے۔

تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی فرد یا جماعت کا کوئی عمل یا قول نقل کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہ کی ہو اور نکیر نہ فرمائی ہو، جیسے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي ..... فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4119

ترجمہ:

غزوہ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی بھی بنو قریظہ کی طرف پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے راستے میں عصر کی نماز کا وقت

ہو گیا تو بعض صحابہ نے کہا ہم تو بنو قریظہ جا کر ہی نماز پڑھیں گے جبکہ بعض نے کہا ہم تو اسی جگہ نماز پڑھیں گے۔ بعد میں جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی مَوردِ الزام نہیں ٹھہرایا۔ اس واقعہ میں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کو برحق مانا کسی پر بھی نکیر نہیں فرمائی۔

فائدہ:

حدیث مبارک پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا انکار کرنا ضلالت، گمراہی اور کفر ہے۔ قرآنِ کریم میں واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا

سورۃ المائدۃ:92

ترجمہ:

اور اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور نافرمانی سے سے بچتے رہو۔

بلکہ اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

سورۃ النساء:80

ترجمہ:

اور جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

حدیث اور سنت میں فرق:

عام طور پر حدیث اور سنت کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے، جیسا کہ درج بالا سطور میں دونوں کی تعریف سے واضح ہو چکا ہے۔ ہمارا ایمان سنت اور حدیث دونوں پر ہے، مگر ہمارا عمل صرف سنت پر ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہہ لیجیے کہ ہمیں اس حدیث پر عمل کرنے کا حکم ہے جو سنت بھی ہو، جو حدیث صرف حدیث ہو سنت نہ ہو اس پر عمل کرنے کا امر نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی سنت پر عمل کرنے اور اس پر کاربند رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

شرح مشکل الآثار للطحاوی: ج3 ص233 رقم الحدیث1186

ترجمہ:

تم پر لازم ہے کہ میرے بعد میری اور میرے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل کرو اور اسے اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے تھامے رکھو، مطلب ہر حال میں سنت پر کاربند اور عمل پیرا رہو۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا عمل سنت ہو گا کون سا نہیں؟ اس بارے میں تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

کسی عمل کے سنت بننے کی شرائط:

عمل سنت ہونے کے لیے بنیادی طور تین باتیں ہونی چاہییں:

1: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل مسلسل اور دائمی ہو، منسوخ یا

متروک نہ ہو۔

2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عمل عادت کے طور پر فرمایا ہو، عذر کے طور پر نہ کیا ہو۔

3: وہ عمل ایسا ہو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہ ہو۔

ذیل میں ہر ایک کی مثال لکھی جاتی ہے:

1: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل مسلسل اور دائمی ہو۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا پھر چھوڑ دیا تو وہ عملِ متروک ہو گا عمل معمول نہیں ہو گا۔ اور مسنون عمل معمول ہوتا ہے نہ کہ متروک۔ مثلا: شروع اسلام میں اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے تھے۔

دلیل یہ حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1501

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحیٰ کا موقع آگیا۔ تو ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمیوں کے حساب سے شرکت کی۔

لیکن بعد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کو متروک قرار دیا اور حدیث جابر کو معمول بہ قرار دیا ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ یہ ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِيْ بَدَنَةٍ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1318

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

فائدہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ.

سنن الترمذی: تحت رقم الحدیث 1502

ترجمہ:

اسی پر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل علم کا عمل ہے۔

اور یہ ضابطہ ہے کہ:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

سنن ابی داؤد: تحت رقم الحدیث 1851

ترجمہ:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں مروی ہوں اور دونوں میں

اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو اسے لیا جائے گا۔

2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمل فرمایا ہو وہ بطور عادت کے فرمایا ہو، نہ کہ بطور عذر اور ضرورت کے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا عادت کے طور پر نہ تھا بلکہ کسی ضرورت اور عذر کی وجہ سے تھا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ

صحیح البخاری: رقم الحدیث 224

ترجمہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا پھینکنے کی جگہ پر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ پھر پانی منگایا۔ میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔

3: ایسا عمل جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہ ہو، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت چار سے زائد نکاح کیے ہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، امتی کے لیے بیک وقت چار سے زائد نکاح جائز نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں درجنوں مثالیں ایسی موجود ہیں جو حدیث کا جزو تو ہیں مگر اسے سنت سمجھ کر عمل نہیں کیا جاتا، بطور نمونہ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

1: کھڑے ہو کر پانی پینا حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ نہیں تھی، اس لیے سنت نہیں۔

2: اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا متوارث و متواتر عمل ہے، اس لیے یہی سنت ہے۔ جب کہ ایک ایک اور دو دو بار دھونا بھی حدیث سے ثابت ہے۔

3: جوتے پہن کر نماز ادا کرنا حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ عمل سنت نہیں۔

4: چھوٹی بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسیحضرت زینب کی بیٹی امامہ بنتِ ابی العاص کو اٹھا کر نماز ادا کی تھی، مگر یہ عمل سنت نہیں کہلاتا۔

5: وضو کے بعد یا روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا بھی حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسم کی عادت نہ تھی، اس لیے سنت نہیں۔ جب کہ وضو میں کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور روزہ کے لیے سحری کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی، اس لیے یہ امور سنت ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ سنت کا لفظ ہمیشہ عمل پر بولا جاتا ہے، اور حدیث لفظ الفاظ پر بولا جاتا ہے، جیسے تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ نکاح کرنا سنت ہے، قربانی کرنا سنت ہے، مسواک کرنا سنت ہے، انہیں کوئی بھی حدیث نہیں کہتا۔

3- اجماعِ امت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کسی بھی زمانہ کے مجتہدین کرام کسی شرعی حکم کے بارے میں اتفاق کرلیں تو اسے اجماع کہا جاتا ہے۔

فائدہ:

1 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں امت افراد بالفرض کسی مسئلہ پر

اتفاق کر لیتے تو اسے اجماع نہ کہا جاتا۔

2 امت محمدیہ کے اکثر مجتہدین کرام کی رائے کو اجماع کہا جاتا ہے، اگر کسی مسئلہ پر عام مسلمان یا قلیل مجتہدین اتفاق کر لیں تو یہ اجماع نہیں کہلائے گا۔

3 اگر شرعی حکم کے بجائے کسی لغوی یا عقلی بات پر اتفاق ہو جائے تو اسے بھی اجماع نہیں کہا جائے گا۔

اجماع کا ثبوت:

اجماع کا حجت ہونا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ دونوں سے ثابت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنۡ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنۡ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ الۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتۡ مَصِيرًا۔

سورۃ النساء:115

ترجمہ:

اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے، اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود بنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَثَبَتَ بِهٰذَا أَنَّ إِجۡمَاعَ الۡأُمَّةِ حُجَّةٌ.

تفسیر الخازن: ج1 ص598

ترجمہ: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم کا اجماع

حجت ہے۔

حدیث مبارک میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: : إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي -أَوْ قَالَ- أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 2167

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو- یا فرمایا کہ امتِ محمدیہ کو- گمراہی پہ جمع نہیں فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہو تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی (ت 1014ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰى حَقِّيَّةِ إِجْمَاعِ الْأُمَّةِ.

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ج 1 ص 382 باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

ترجمہ: اس حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ امت کا اجماع حق اور صحیح ہے۔

اقسامِ اجماع:

اجماع کی دو قسمیں ہیں:

1: قولی اجماع 2: سکوتی اجماع

قولی اجماع کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلہ کے بارے میں تمام مجتہدین کرام کی رائے پر اتفاق کا صراحتاً اظہار ہو جائے، جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس بات پر اجماع کا منعقد ہونا کہ وراثت میں دادی چھٹے حصے 1/6 کی

حق دار ہو گی۔

سکوتی اجماع کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلہ پر تمام مجتہدین اتفاقِ رائے کا اظہار نہ کریں بلکہ بعض مجتہدین اپنی رائے پیش کریں اور باقی اس پر خاموشی اور سکوت اختیار کریں، جیسے کتبِ احادیث میں یہ مثال موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک خاتون پر حد جاری کرنے کی غرض سے کوڑے لگانے کا ارادہ فرمایا تو اس موقع پہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فوراً روکا اور فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! اس خاتون پر حد جاری کرنے کا حق تو آپ کو حاصل ہے مگر اس کے شکم میں جو بچہ پرورش پا رہا ہے اس کو سزا دینے کا حق آپ کو کیسے ملا ہے؟ یہ سن کر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکوت اختیار فرمایا، تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس فیصلہ کو واپس لے لیا۔

مگر واضح ہو کہ سکوتی اجماع کے معتبر ہونے کی چند شرائط ہیں:

1: جن بعض مجتہدین نے اجتہاد کیا ہو ان کی رائے باقی تمام اہل علم کے پاس پہنچ چکی ہو۔

2: اس اجتہاد کے بعد کم از کم اتنی مدت گزر جائے جس میں دیگر اہل علم آسانی سے غور و فکر کر سکیں۔

3: جس مسئلہ میں سکوت ہوا ہو وہ اجتہادی ہو، ایسا مسئلہ نہ ہو جو نص قطعی سے ثابت ہو۔ اگر نص قطعی سے ثابت شدہ کسی مسئلے پر کسی مجتہد نے فیصلہ دیا اور باقی تمام نے سکوت اختیار کر لیا تو یہ اجماع معتبر نہ ہو گا۔ کیوں کہ حقیقت میں دیگر مجتہدین کا سکوت موافقت کی نہیں بلکہ اس اجتہادی فیصلہ کی مخالفت کی علامت ہو گی۔

4- قیاسِ شرعی

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی مسئلے کا حکم قرآن کریم میں ہوتا ہے، نہ ہی اس کا حل حدیث اور اجماع میں ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں فقہاء اور مجتہدین کرام نصوص میں غور کرتے ہیں تو اس درپیش مسئلہ کے کسی ہم مثل مسئلہ والا حکم اس پر بھی لگا دیتے ہیں، اس عمل کو قیاس شرعی کہا جاتا ہے۔ قیاس کی تعریف میں بنیادی طور پر چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

1-اصل:

اسے مقیس علیہ بھی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جس پر کسی اور چیز کو قیاس کیا جائے۔ اس سے مراد وہ مسئلہ یا صورت ہے جو قرآن و سنت میں صراحتاً مذکور ہو یا اجماعِ امت سے ثابت ہو۔

2-فرع:

اسے مقیس بھی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جسے کسی اور پر قیاس کیا جائے۔ اس سے مراد وہ مسئلہ یا واقعہ ہے جس کا نصوص میں صراحتاً ذکر نہ ہو۔

3-حکم:

وہ چیز اثر جو منصوص واقعہ سے لے کر غیر منصوص مسئلہ میں منتقل کی جائے اور اس وجہ سے دونوں کا حکم ایک ہو جائے۔

4-علت:

اس سے ایسا جامع وصف مراد ہے جو اصل میں حکم کو ثابت کرے پھر وہی

حکم فرع پر لگایا جائے۔

مثال:

خمر؛یعنی انگوری شراب قرآن کریم کی رو سے حرام ہے، لیکن کھجور یا سبزی سے کشید کردہ شراب کا حکم نص قرآن و سنت میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں، تو انگوری شراب پر قیاس کرتے ہوئے ان پر بھی وہی حکم لگا دیا گیا کہ یہ بھی حرام ہیں۔اس میں خمر انگوری شراب اصل یعنی مقیس علیہ ہے، کھجور یا سبزیات کی شراب فرع یعنی مقیس ہے، نشہ آور ہونا علت ہے، اور حرام ہونا حکم ہے۔ آسان الفاظ میں یہ ہوا کہ جس طرح شراب نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ہے اسی طرح کھجور یا سبزیات کی شراب بھی حرام ہے کیوں کہ ان میں بھی نشہ موجود ہوتا ہے۔

گویا قیاس کی تعریف اب بھی یہ ہوئی کہ علت وصف جامع کے مشترک ہونے کی وجہ سے غیر منصوص صورت میں منصوص والا حکم لگانا۔

ملحوظہ:

قیاس کے جواز کے بہت سارے دلائل ہیں، جن کی تفصیلات اصول فقہ کی بڑی کتابوں موجود ہیں۔

قیاس کا ثبوت:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

سورۃ النساء:83

ترجمہ: جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو یہ اسے (بغیر تحقیق کیے) پھیلا دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس خبر کو رسول کے پاس لے جاتے یا اولی الامر (فقہائے کرام) کے پاس لے جاتے تو جو لوگ تحقیق کرنے والے ہیں وہ اس بات کی تہہ تک پہنچ جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں مدینہ منورہ میں بعض ایسی خبریں کہیں سے آجاتی تھیں جس سے بدامنی پیدا ہو سکتی تھی۔ بعض لوگ ان باتوں کو بلا تحقیق آگے نقل کرتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے اس طرزِ عمل سے انتہائی نقصان کا اندیشہ تھا۔ تو اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب تک بات کی تحقیق نہ کر لی جائے اسے آگے پھیلانے سے گریز کیا جائے۔ تحقیق کے لیے یا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے یا اولی الامر کی طرف مراجعت کی جائے۔ اولی الامر سے مراد "فقہائے کرام" ہیں اور "استنباط" کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے ماخذ سے نکالنا جیسے کنویں سے پانی کو نکالا جاتا ہے۔ یہی معنی قیاس میں موجود ہے کہ قیاس کے ذریعے بھی قرآن وسنت کی تہہ میں پایا جانے والا مسئلہ نکالا جاتا ہے۔ یوں یہ آیت قیاس کے جواز اور حجت ہونے کی دلیل ہے۔

معروف مفسر علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین نیساپوری (ت بعد 850ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْقِيَاسَ حُجَّةٌ لِأَنَّهُمْ أُمِرُوْا أَنْ يَرْجِعُوْا فِيْ مَعْرِفَةِ الْوَقَائِعِ إِلٰى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنَ الْمُسْتَنْبِطِيْنَ.

تفسیر النیسابوری: ج3 ص38

ترجمہ: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت ہے کیونکہ ان لوگوں کو (جو بات کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلا دیتے تھے) حکم دیا گیا ہے کہ پیش آمدہ واقعات میں ان اولی

الامر کی طرف رجوع کریں جو مسئلہ کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

علامہ سید ابو الثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی (ت1270ھ) اس آیت کو قیاس کی دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْحَقُّ أَنَّ الْآيَةَ دَلِيْلٌ عَلٰى إِثْبَاتِ الْقِيَاسِ.

روح المعانی: ج4ص106

ترجمہ: صحیح وحق بات یہ ہے کہ یہ آیت قیاس کو ثابت کرنے کی دلیل ہے۔

اور حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیاس فرمایا ہے۔ حدیث مبارک یہ ہے:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هَشِشْتُ فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ. قَالَ « أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ وَأَنْتَ صَائِمٌ ». قَالَ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ فِي حَدِيثِهِ قُلْتُ لَا بَأْسَ بِهِ.

سنن ابی داؤد: 2385

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ فرطِ مسرّت میں روزہ کی حالت میں؛ میں نے اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج مجھ سے ایک بہت غلطی سرزد ہو گئی ہے کہ روزہ کی حالت میں؛ میں نے بوسہ لے لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتلاؤ اگر تم روزہ کی حالت میں پانی سے کلی کر لو تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ حضرت عیسیٰ بن حماد محدّث رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کیا کہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا، اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ کو کلی پر قیاس فرمایا۔

مشقی سوالات

درست جواب کی نشاندہی کریں:

1: شرعی دلائل ہیں:

دو تین چار

2: قرآن کریم مکمل ہم تک پہنچا ہے:

تواتر کے ساتھ خبر واحد کے ساتھ خبر مشہور کے ساتھ

3: قرآن کریم کی کسی ایک سورت، آیت، لفظ یا حرف کا انکار کرنا انسان کو واضح طور پر خارج کر دیتا ہے:

اہل السنت سے عرب سے اسلام سے

4: دین میں سنت کا معنی ہے۔

جاری طریقہ جاری پانی جاری راستہ

5: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہا جاتا ہے:

فقہ حدیث تصوّف

6: آدمی کے اسلام کی خوب صورتی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ چھوڑ دے۔

ضروری چیزوں کو فضول چیزوں کو اہم چیزوں کو

7: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو:

اِثْمِدْ؛ کا سرمد؛ کا پتھر؛ کا

8: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ کس موقع پر فرمایا کہ کوئی آدمی بھی بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے:

غزوہ بدر غزوہ خندق غزوہ تبوک

9: امت محمدیہ کے کسی بھی زمانہ کے مجتہدین کرام کسی شرعی حکم کے بارے میں اتفاق کرلیں تو اسے کہا جاتا ہے:

مسلک قیاس اجماع

10: اجماع کی قسمیں ہیں:

دو تین چار

خالی جگہ پر کریں:

1: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس بات پر اجماع کا منعقد ہوا کہ وراثت میں دادی۔.......... حصہ کی حق دار ہو گی۔

2: جوتے پہن کر نماز ادا کرنا حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ عمل............ نہیں۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ میرے بعد میری اور میرے........... کی سنت پر عمل کرو۔

4: ایسا حکم جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، اس کو بلا عذر چھوڑنے والا گناہ گار ہو اور اس کا منکر کافر ہو، ایسے حکم کو...... کہا جاتا ہے۔

5: مکروہ تحریمی وہ فعل ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو، اس کا کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے اور اس کو حلال جاننے والا .... نہیں ہوتا بلکہ ....ہوتا ہے۔

6: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت چار سے زائد نکاح کیے ہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی........... میں سے ہے۔

7: دین کے فروعی مسائل کو شرعی دلائل سے جاننے کا نام.......... ہے۔

8: ایسا فعل جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

اپنا معمول بنایا ہو اسے .... کہا جاتا ہے۔

9: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی حضرت .... کو اٹھا کر نماز ادا کی تھی، مگر یہ عمل سنت نہیں۔

10: قرآن و سنت کی تہہ میں پوشیدہ مسائل کو جن اصول وضوابط کی روشنی میں بر آمد کیا جاتا ہے انہیں............ کہا جاتا ہے۔

مختصر جواب دیں:

1: شرعی دلائل کون کون سے ہیں؟

2: اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ہدایت کے لیے جو تین چیزیں بنائی ہیں، ان کے نام لکھیں۔

3: واجب، فرض کفایہ اور مباح کی تعریف لکھیں۔

4: قولِ رسول، فعلِ رسول اور تقریرِ رسول کسے کہتے ہیں؟

5: کیا آپ جانتے ہیں کہ حدیث اور سنت کے درمیان فرق ہے؟ اگر جانتے ہیں تو اسے کم از کم دو مثالوں سے واضح کیجیے۔

6: اجماع قولی اور اجماع سکوتی کی تعریف قلم بند کیجیے۔

7: قیاس شرعی کی تعریف میں بنیادی طور پر جن چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے، ان کے فقط نام بتائیے۔

8: کسی عمل کے سنت ہونے کے لیے بنیادی طور جن تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، وہ تحریر کر دیجیے۔